© rasailojaraid.com

عرف وتعامل

مفتی نظام الدین رضوی برکاتی

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على حبيبه سيد المرسلين وعلى آله وصحبه وازواجه اجمعين .

ارباب علم ودانش کا عرف جسے فطرت سلیمہ قبول کرے، شرعاً حجت ہے۔ کتب مذہب میں بے شمار مقامات پر اس کے حجت ہونے، معتبر ہونے اور حکم ہونے کے شواہد ملتے ہیں، مثلاً فقہ حنفی کی معتمد کتاب ذخیرہ میں ہے:

والتعامل حجة يترک به القياس ويخص به الاثر .(۱) تعامل حجت ہے اس کی وجہ سے قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث عام ہو تو خاص ہو جاتی ہے۔

علامہ بیری کی شرح اشباہ میں مبسوط سے ہے:

الثابت بالعرف كالثابت بالنص .(۲) عرف سے ثابت شدہ حکم نص سے ثابت شدہ حکم کے مانند ہے۔

شرح السیر الکبیر میں ہے:

الثابت بالعرف كالثابت بالنص .(۳) عرف سے ثابت شدہ حکم نص سے ثابت شدہ حکم کی طرح ہے۔

نیز اسی میں ہے:

المعروف بالعرف كالمشروط بالنص .(۴) جو بات عرفاً معلوم ہو وہ نص سے مشروط کی مانند ہے۔

اسی شرح میں ایک مقام پر یہ صراحت ہے:

المطلق من الكلام يتقيد بدلالة العرف .(۵) مطلق کلام دلالیت عرف کی وجہ سے مقید ہو جاتا ہے۔

عرف کا درجہ حکم اور فیصل کا ہے۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

العادة تجعل حكماً اذالم يوحد التصريح بخلافه .(۶) عرف وعادت کے خلاف صراحت نہ ہو تو اسے مختلف اقوال میں حکم وفیصل قرار دیا جائے گا۔

اشباہ میں ہے:

العادة محكمة .(۷) عادت (اقوال میں نزاع کے وقت) حکم ہے۔

لہٰذا اگر کسی مسئلے میں دو مختلف اقوال ہوں اور ایک کے بارے میں یہ صراحت ہو **عليه عمل اليوم**. اسی پر آج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے زمانے میں عمل ہے، یا یہ صراحت ہو: علیہ عمل الامۃ .اسی پرامت کا عمل ہے۔ تو فتوی اسی قول پر ہوتا ہے، جیسا کہ فتاوی خیریہ اور شرح عقود رسم المفتی میں اس کا انکشاف کیا گیا ہے۔

خود اصحاب مذہب علیہم الرحمۃ والرضوان نے کثیر مسائل کی بنیاد عرف وعادت پر رکھی ہے، جیسا کہ ہدایہ وشروح ہدایہ وغیرہا کے مطالعہ سے عیاں ہے اور فقہاء فرماتے ہیں کہ احکام کے نفاذ میں لوگوں کے عرف وعادت سے صرف نظر کرنا بے شمار لوگوں پر ظلم کا باعث ہوگا اور اس سے حقوق کثیرہ کا ضیاع لازم آئے گا۔ پھر عرف وعادت کے بدلنے سے مختلف ادوار میں احکام بھی بدلتے رہتے ہیں، اس لیے عرف وعادت کی حقیقت، ان کی شرعی حیثیت اور تاثیر وشرائط وغیرہ کا عرفان حاصل ہونا بہت ضروری ہے تاکہ ان کی روشنی میں یہ امتیاز کیا جاسکے کہ رسم ورواج کب شرعاً عرف وعادت کی شکل اختیار کریں گے اور کب یہ احکام میں حجت ہوں گے۔

جب عرف وعادت کا تعلق مراد لیا جائے، جیسے ''ٹھنڈا،، بول کر ایک خاص قسم کا مشروب اور ''شراب،، بول کر نشہ آور مشروب مراد لیا جاتا ہے تو اسے ''عرف قولی،، کہتے ہیں اور جو عرف عمل سے متعلق ہوتا ہے جیسے عید میلاد النبی ﷺ منانے کا عرف، قیام تعظیمی کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھنے کا عرف، اسے ''تعامل،، کہا جاتا ہے، اسی کا دوسرا نام ''عادت،، بھی ہے اور عرف وعادت کے ہی باب سے تلقی بالقبول ،شعار ،اور توارث بھی ہیں اور یہ سب شرعاً حجت تسلیم کیے جاتے ہیں۔

اب ہم ان فقہی اصطلاحات کی تشریح، ان کی حجیت کے دلائل اور ان کے اقسام واحکام وتاثیرات پر گفتگو کے لیے اپنا یہ مقالہ چھ ابواب پر تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ عرف وتعامل وغیرہ کی تشریحات۔

۲۔ عرف وتعامل کی حجیت کے دلائل۔

۳۔ عرف وتعامل کے اطلاقات اور ان کی حجیت کے مدارج۔

۴۔ عرف وتعامل کے اقسام اور ان کا اثر ودائرہ اثر۔

۵۔ عرف کا اعتبار عامہ ابواب فقہ میں۔

۶۔ متفرقات۔

ہم سب سے پہلے عرف، تعامل، عادت، شعار وغیرہ فقہی اصطلاحات کی تشریح کرتے ہیں۔

عرف کے لغوی معانی: عرف یا معروف کا معنی ہے: (۱) ما یتعارفہ الناس . (۸) وہ چیز، جسے لوگ جانتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہچانتے ہوں۔ یہاں 'ناس' یا 'لوگ' کا لفظ عوام وخواص سب کو عام ہے اور چیز،، سے مراد ہے اچھی چیز۔ کہ بری چیز معروف نہیں، منکر ہوتی ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

عربی زبان کی مشہور ومستند لغت ''لسان العرب،، میں ہے:

العرف والمعروف واحد،ضدالنکر .وهو کل ما تعرفه النفس من الخير وتبسأ به،وتطمئن اليه .(۹) عرف اور معروف دونوں ایک ہیں،،نکر،، (بمعنی نامعلوم چیز یا ناگوار ونا آشنا چیز) کی ضد۔ اور عرف کا معنی ہے ''ہر اچھی چیز جس سے طبیعت آشنا ہو، نیز اس سے مانوس اور مطمئن ہو۔،،

(۲) رواج، چلن، دستور۔ جیسے ارشاد باری ہے:

وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف (۱۰) جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کی خوراک و پوشاک ہے، رواج ودستور کے موافق۔

حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ان کے مال سے اخراجات لینے کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا .الا بالمعروف .نہ لینا مگر دستور کے موافق۔

اس کی تشریح امام اجل حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ فرمائی، رقم طراز ہیں:

ای قال النبی صلی الله علیه وسلم :لاتطعمی ،الابالمعروف وهو الذی یتعارفه الناس فی النفقة علی اولادهم من غیر اسراف .اه (۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کے مال سے نفقہ نہ لینا مگر جتنا معروف ہو اور معروف سے مراد یہاں نفقہ کی اتنی مقدار ہے جو لوگ اپنے بچوں کو بغیر کسی فضول خرچی کے دیتے ہوں اور اسے باہم جانتے پہنچانتے ہوں۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

المراد بالمعروف القدر الذی عرف بالعادة انه الکفاية.اه (۱۲) معروف سے مراد یہاں اتنی مقدار نفقہ ہے جس کا گزارے کے لیے کافی ہونا عادۃً معلوم ہو۔

(۳) اصطلاح، تسلیم کردہ امور، جیسے عرف الشرع: شریعت کی اصطلاح، شریعت کی تسلیم کردہ باتیں، عرف النحاة: نحویوں کی اصطلاح، اہل نحو کے تسلیم کردہ امور۔

غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ عرف کے درج بالا تینوں معانی ایک دوسرے کے موافق ہیں اور ان میں باہم کوئی

☆اعف عمن ظلمک، وصل من قطعک، واعط من حرمک، واحلم علی من اساء الیک، تجد السرور والامن☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منافات نہیں، کیوں کہ اپنا رواج، دستور، سب کو معلوم ہوتا ہے اور اپنی اصطلاح اور تسلیم کردہ باتیں بھی سب جانتے پہچانتے ہیں، یوں ہی رواج و دستور فی الواقع تسلیم شدہ امور ہی ہوتے ہیں اور کسی بھی قوم کی اصطلاح کی حیثیت ان کے مابین رواج و دستور کی ہی ہوتی ہے۔

عرف کی فقہی تعریف وتشریح:

اس لیے ان معانی کی روشنی میں عرف کی تعریف یہ ہوگی:

''ایسا امر جو عام طور پر عوام وخواص کے درمیان اچھا سمجھے جانے کی وجہ سے رائج ہو اور عقول سلیمہ اسے تسلیم کرتی ہوں۔،،

''امر،، کا لفظ قول و فعل دونوں کو عام ہے۔

یہی تعریف علامہ ہبۃ اللہ بیری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے شرح اشباہ میں مستصفی سے نقل کی ہے، لکھتے ہیں:

''فی المستصفی: العادۃ والعرف مااستقر فی النفوس من جھة العقول وتلقته الطبائع السلیمة بالقبول ،،(۱۳) مستصفی میں ہے کہ عادت اور عرف وہ چیز ہے جو نفوس انسانی میں عقول سلیمہ کے اچھا سمجھنے کی وجہ سے رچ بس جائے اور سلیم طبیعتیں اسے قبول کریں۔

مااستقر میں ''ما،، کا لفظ عرف قولی و فعلی سب کو عام ہے، کیوں کہ یہاں عرف کا لفظ عادۃ کے مقابل آیا ہے اور عادۃً عرف عمل کو کہتے ہیں تو عرف سے مراد عرف قولی ہوا۔ اور لفظ ''ما،، سے عرف و عادت دونوں کی تعریف کی جارہی ہے، اس لیے وہ عموم پر ہی محمول ہوگا۔

نفوس سے مراد قلوب ہیں اور استقرار کا معنی ہے قرار پکڑنا، جاگزیں ہونا، مراد ہے: دل میں اچھی طرح بیٹھ جانا۔ ''من جھة العقول،، میں ایک لفظ محذوف ہے، اصل عبارت ہے: ''من جھة استحسان العقول،، یعنی عقلوں کے اچھا سمجھنے کی وجہ سے جو امور دلوں میں بیٹھ جائیں، جاگزیں ہو جائیں۔ یہاں استحسان کا لفظ حدیث پاک ''مارآہ المسلمون حسناً،، سے ماخوذ ہے۔

یہ قید اس لیے لگائی تا کہ ''مااستقر فی النفوس من جھة الاھواء،، نکل جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ جو امور خواہشات نفس کی وجہ سے قلوب میں جاگزیں ہوتے ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے عرف و عادت نہیں ہیں۔

مثلاً فواحش ومنکرات بکنے کی عادت، بدکاری کی عادت، رہزنی، چوری، غصب اور کذب وغیبت کی عادت۔ یہ

☆ کرر ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ،، فانھا تشرح البال، وتصلح الحال، وتحمل بھا الاثقال، وترضی ذاالجلال ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امورفساق وفجور کے قلوب میں رچے بسے ہوتے ہیں اوران کی خواہشاتِ نفسانی ان منکرات کو مستحسن اور مزین کر کے انھیں پیش کرتی ہے، مگردل ان کا بھی ان افعال کو قبیح ومنکر سمجھتا ہے اور بہرحال عقلیں انھیں اچھا نہیں سمجھتیں اور سلیم طبیعتیں انھیں قبول نہیں کرتیں، اس لیے یہ فقہی اصطلاح کے مطابق عرف وعادت کے مفہوم میں داخل نہیں، ہاں لغوی معنی سے مناسبت کے لحاظ سے یہاں بھی عادت کا اطلاق ہوتا ہے کہ لغت میں بار بار کسی کام کے کرنے کو عادت کہا جاتا ہے۔

استحسان عقول کے اسباب چار ہوسکتے ہیں: زینت، منفعت، حاجت، ضرورت۔

زینت: یعنی کسی بھی چیز میں خوبی جمال، مناسب آرائش اختیار کرنا عقل سلیم اچھا سمجھتی ہے، جیسے لباس میں شیروانی، صدری، رائج نقاب، اورانواع واقسام کی بیش قیمت ٹوپیاں جوعہد سلف میں نہ تھیں، مگر یہ زینت کا سبب ہیں، اس لیے سماج میں ان کا خوب رواج ہوا۔

کتابوں کی فوٹو آفسیٹ سے طباعت، رنگ برنگ کے عمدہ ٹائٹل، شان دار کاغذ، کھانے میں شامی کباب، فیرینی، میوے اور دیگر لذائذ کا انتخاب، مسجدوں میں مینار اور گنبد بنانے کا رواج یہ سب زینت سے ہیں۔

منفعت: سے مراد وہ کام ہے جس میں دینی یا دنیوی نفع ہو۔ ''دینی نفع،، سے مراد ثواب ہے۔ جیسے محفل میلاد شریف کا انعقاد اور فاتحہ واذان قبر وغیرہ، ہر وہ کام جس کی شریعت میں اصل ہو۔

حاجت: سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر مقصود کے حصول میں حرج ومشقت ہو مگر فوت نہ ہو۔ جیسے دلال، منادی، حمام کے نگراں وغیرہ کی اجرت کہ یہ اصالۃً ناجائز ہے مگر حاجت کی وجہ سے جائز ہے، جس کا تعامل ہو چکا ہے اور جیسے کفن پر اسمائے حسنیٰ دوسرے کلمات طیبہ لکھنے کی اجازت کہ وسیلہ نجات کی حاجت ہے، اس لیے فقہا نے جائز قرار دیا اور جیسے بیع استصناع (کوئی چیز بنانے کا آرڈر دینا ساتھ ہی اسے خرید بھی لینا) کا جواز کہ یہ بھی حاجت کی وجہ سے ہے۔

ضرورت: سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر مقصود فوت ہو جائے، جیسے تعلیم قرآن، امامت، اذان وغیرہ پر اجارے کا جواز یا مزارعت کا جواز کہ یہ بوجہ ضرورت ہے، جس پر عام طور سے عمل درآمد ہے۔

☆ اکثر من الاستغفار، فمعہ الرزق والفرج، والذریۃ، والعلم النافع، والتیسیر، وحط الخطایا۔☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ جن کاموں کے جواز کے لیے حاجت اور ضرورت کا داعیہ ہوگا، یا کم از کم ان میں منفعت یا زینت ہوگی، عقل سلیم اسے ضرور اچھا جانے گی اور طبیعت سلیمہ اسے ضرور قبول کرے گی۔ یہاں سے واضح ہوا کہ "من جهة العقول"، کا لفظ بہت ہی جامع ہے جو عرف بہ وجہ زینت ومنفعت وحاجت وضرورت سب کو عام ہے اور اسی ترتیب سے عرف کی حجیت کا مقام بھی قوی سے قوی تر ہے۔

عرف کی قسمیں: درج بالا تعریف وتشریح سے یہ امر عیاں ہو چکا ہے کہ عرف کی دو قسمیں ہیں، عرف قولی، وعرف فعلی۔ عرف فعلی کو تعامل وعادت بھی کہا جاتا ہے۔

عرف قولی: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کا تعلق قول سے ہے۔ کسی بھی لفظ کا جو معنی بولنے کے وقت یا خطاب، کتاب، نزول کے وقت اہل زبان میں سمجھا جاتا ہے، وہ عرف قولی کہلاتا ہے، جیسے آیہ کریمہ: "وانزلنا من السمآء ماء."، (۱۴) اور "وهو الذی انزل من السمآء ماء."، (۱۵) کے نزول کے وقت لفظ "ماء"، سے جو معنی سمجھا گیا وہ عرف قولی۔ بدائع الصنائع میں ہے:

الماء المطلق: هو الذی تتسارع افهام الناس اليه عند اطلاق اسم الماء كماء الانهار والعيون والآبار وماء السمآء والحياض والبحار. اه (۱۶) "ماء مطلق"، وہ پانی ہے جو لفظ "ماء"، بولنے کے وقت سب سے پہلے سمجھا جاتا اور اذہان میں آتا ہے جیسے دریا، چشمے اور کنویں کا پانی، اور آسمان، حوض اور سمندروں کا پانی۔

لہذا پھلوں کا پانی "ماء مطلق"، نہ ہوگا کہ مطلق پانی بولنے کے وقت ذہن اس کی طرف نہیں جاتا، اسے فقہا "ماء مقید"، کہتے ہیں۔ بدائع الصنائع میں ہے:

واما المقيد: فهو مالا تتسارع اليه الافهام عند اطلاق اسم الماء وهو الماء الذی يستخرج من الاشياء بالعلاج كماء الاشجار والثمار وماء الورد ونحو ذلك اه (۱۷) ماء مقید وہ پانی ہے جو "پانی"، کا لفظ بولنے کے وقت فوراً ذہن میں نہ آئے اور یہ وہ پانی ہے جو درخت، پھل اور گلاب وغیرہ سے نچوڑ کر نکالا جاتا ہے۔

☆اقنع بصورتك وموهبتك ودخلك واهلك وبيتك تجد الراحة والسعادة.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یوں ہی قاری، کاتب، معلم، متعلم، عالم، حافظ وغیرہ الفاظ کے جو مخصوص معانی بولنے کے وقت سمجھے جاتے ہیں وہ بھی عرف قولی ہی میں شامل ہیں۔

تعامل: عمل سے بنا ہے، اس کا لغوی معنی ہے ''باہم مشارکت کے ساتھ عمل کرنا،، اور اصطلاح شرح میں تعامل کا معنی ہے:

''وہ چیز جس پر عام طور سے لوگوں کا عمل درآمد ہو۔ بہ لفظ دیگر، جسے عوام وخواص سبھی اچھا جان کر کرتے اور برتتے ہوں۔،،

تحریر الاصول ،بحر الرائق اور ردالمحتار میں ہے:

التعامل :هو الاكثر استعمالا. تعامل وہ ہے جس پر عمل درآمد زیادہ ہو۔

جیسے مساجد میں مینار بنانا، میلاد شریف کرنا، کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا، مدارس قائم کرنا، جلسے منعقد کرنا ،وغیرہ۔

عادت: یہ لفظ ''عود،، اور معاودة،، سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے لوٹنا، بار بار پیش آنا۔ اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ چیز ہے جو لوگوں کے بار بار کرنے اور برتنے کی وجہ سے قلوب میں اس طرح سے رچ بس جائے کہ طبعی امور کی طرح سے اس کی بجا آوری سہل اور آسان ہو جائے۔

شرح تحریر میں ہے:

العادة: هي الامر المتكرر من غير علاقة عقلية .عادت وہ امر ہے جو بار بار صادر ہو، مگر یہ صدور کسی عقلی علاقہ ورشتہ کی وجہ سے نہ ہو۔

اس کی توضیح کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان العادة ماخوذة من المعاودة فهي بتكررها ومعاودتها مرة بعد اخرى صارت معروفة مستقرة في النفوس والعقول ،متلقاة بالقبول من غير علاقة ولا قرينة حتى صارت حقيقة عرفية .اھ۔(۱۸) عادة ماخوذ ہے معاودة ، سے جس کا معنی ہے بار بار صادر ہونا، عود کرنا۔ تو عادت یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی کام بار بار صادر ہواور اس وجہ سے وہ معروف ہو جائے، نیز وہ عقلوں اور طبیعتوں میں بیٹھ جائے اور بغیر کسی عقلی رشتے اور قرینے کے اسے سب قبول کرنے لگیں، اس طرح عادت ایک حقیقت عرفیہ بن جاتی ہے۔

ان عبارات میں ''من غیر علاقة عقلیة و لا قرینة ،، کے الفاظ قید احترازی کے طور پر ذکر کیے گئے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ بار بار کام کے صدور کی وجہ کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کے پائے جانے کے ساتھ وہ کام بھی عقلاً پایا جاتا ہو، جیسے سبب کے وجود سے مسبب کا وجود اور علت کے وجود سے معلول کا وجود۔ مثلاً اوقات نماز اسباب ہیں نماز کے وجوب ادا کے لیے، تو وقت کے بار بار آنے سے نماز بھی بار بار واجب الاداہوتی ہے۔ اسے عادت نہیں کہیں گے۔ یوں ہی قدر وجنس کا وجود علت ہے سود کے وجود کے لیے، اس وجہ سے جب بھی ''کم وبیش خرید وفروخت ،، میں قدر وجنس پائے جائیں گے سود بھی پایا جائے گا، یہ بھی عادت نہیں ہے۔ میاں بیوی میں تکرار اور مذاکرہ طلاق کے وقت شوہر کا ''طلاق، طلاق ،، کہنا قرینہ ہے بیوی کا طلاق دینے کا، لہٰذا کوئی بھی شوہر جب بھی ایسے قرائن کے پائے جانے کے وقت طلاق، طلاق کہے گا تو حکم ہوگا کہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی کہ قرائن سے ظاہر یہی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، مگر اسے بھی عادت نہ کہیں گے کہ قرائن کا احکام سے عقلی علاقہ ہوتا ہے اور عادت کا احکام سے کوئی عقلی علاقہ نہیں ہوتا۔

عادت ہی کا دوسرا نام تعامل ہے جسے عرف عملی بھی کہا جاتا ہے، چناں چہ اشباہ میں ہے:

فی فتح القدیر :لیست العادة الا عرفاً عملیاً .اھ .(۱۹) فتح القدیر میں ہے کہ عادت عرف عملی ہی کا دوسرا نام ہے۔

عرف وعادت تین ارکان کا مجموعہ ہیں: عرف ہو یا عادت یا تعامل ان میں تین ارکان کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) عرف وعمل عوام وخواص سبھی کا ہو۔

(۲) عقول سلیمہ اسے اچھا سمجھتی ہوں اور اسی وجہ سے وہ دلوں میں جاگزیں ہو جائے اور طبائع اسے قبول کریں۔

(۳) بار بار اس کا صدور عقلاً مستحسن ہونے کی وجہ سے ہو، کسی عقلی علاقہ یعنی علت، سبب، قرینہ کی وجہ سے نہ ہو۔

☆تفاءل ولا تتخط ولا تیاس واحسن الظن بربک وانظر منہ کل خیر وجمیل.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوراگرعرف صرف عوام کا ہو، یا بار بار اس کا صدور کسی عقلی علاقہ مثل علت وغیرہ کی وجہ سے ہو، یا خواہش نفسانی کی وجہ سے اس کا ارتکاب کیا جائے تو وہ فقہ کی اصطلاح میں عرف، عادت، تعامل نہیں ہے۔

واضح ہو کہ ''عقول سلیمہ کا اچھا سمجھنا،، عام ہے فعل حسن اور ترک قبیح دونوں کو۔لہذا کسی حسن کو اچھا سمجھ کر کرنے کی عادت ہو، یا کسی قبیح کو برا سمجھ کر اس سے بچنے کی، دونوں ہی مسلمانوں کا عرف وتعامل کہلائیں گے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ عرف، عادت، تعامل سب تقریبا ایک ہی حقیقت کے مختلف اسما ہیں، فرق ان کے مابین عام وخاص کا ہے کہ عادت یا تعامل عمل کے ساتھ خاص ہے، مگر عرف قول وعمل سب کو عام ہے۔

عادت کا ایک دوسرا اطلاق: بار بار کسی کام کے صدور پر بھی عادت کا اطلاق ہوتا ہے، خواہ وہ عقلاً مستحسن ہو یا نہ ہو اور خواہ بندے نے اسے اپنے ارادے واختیار سے کیا ہو یا بلا اختیار اس کا صدور ہو گیا ہو۔اس کے لیے درج بالا تینوں ارکان کا اجتماع ضروری نہیں۔

گناہ صغیرہ کا بار بار ارتکاب اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔شرح مسلم للنووی میں ہے:

قال العلماء: والاصرار على الصغيرة يجعلها كبيرة وروى عن عمروابن عباس وغيرهما رضي الله تعالى عنهم: لا كبيرة مع استغفار ولا صغيرة مع اصرار .(۲۰) بار بار گناہ صغیرہ کا ارتکاب اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور حضرت عمروابن عباس نیز دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے کہ استغفار کے بعد کوئی گناہ کبیرہ باقی نہیں رہتا۔اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ، صغیرہ نہیں رہ جاتا یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے۔

اعضائے وضو کو ایک بار دھونے کی عادت بنا لے تو گنہ گار ہوگا۔ردالمحتار میں ہے:

لو اكتفى بالغسل مرة، ان اعتاده اثم. والا لا.(۲۱) اگر ایک بار اعضائے وضو کو دھونے کی عادت بنا لے تو گنہ گار ہوگا، ورنہ نہیں۔

سنت مؤکدہ کے ترک کی عادت گناہ ہے۔ردالمحتار میں ہے:

في التلويح: ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام اه وفي التحرير: ان تاركها يستوجب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

التضليل واللوم اه والمراد الترك بلاعذر على سبيل الاصرار كمافي شرح التحرير لابن امير الحاج تلویح میں ہے کہ سنت موکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے، اور تحریر میں ہے کہ اس کا تارک گم راہ سزاوار ملامت ہے اور ابن امیر الحاج کی شرح تحریر میں ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب بلا عذر ترکِ سنت کا بار بار ارتکاب کرے۔

یہ وجہ ہے کہ نماز پنج گانہ کی سنتوں کا تارک گنہ گار قرار پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ گناہ شرعاً عقلاً کسی طرح مستحسن نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ تو قبیح و مذموم ہے۔

بالغہ عورت کو ہر ماہ تین یا پانچ یا سات دن جو خون آتا ہے فقہاء اس پر بھی عادت کا اطلاق کرتے ہیں مگر یہ امر غیر اختیاری ہے۔ یوں ہی کوئی شخص بار بار نماز میں رکعتوں کی تعداد بھول جائے تو اسے شک کی عادت سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالانکہ شک کا عارض ہونا بھی غیر اختیاری ہے۔

ان عادات کے بدلنے سے بھی احکام میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے، مثلاً ترکِ سنت کی عادت چھوڑ دے تو مستحق اجر وثواب ہوگا مگر یہ تبدیلی حقیقت میں عادتِ مسلّم یا عرفِ مسلّم کی وجہ سے نہ ہوئی بلکہ اساءت ومعصیت سے اجتناب کی وجہ سے ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ وہ عرف وعادت نہیں ہے جس کو حدیث شریف میں حسن کہا گیا ہے کہ وہ عرف وعادت تو بس وہی ہے جو عقلاً مستحسن ہو۔

اس تفصیل کے پیش نظر عرف وعادت کا یہ مفہوم عام ہے اور مستصفی وغیرہ کے حوالے سے جس عرف وعادت کا تعارف کرایا گیا ہے وہ خاص ہے اور فقہا جس عرف کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر حجت ہے اور نص اس سے مخصوص ہوجائے گا وہ یہی عرف خاص وعادت خاص ہے جو استحسان شرعی وعقلی سے موصوف ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے مقامات پر فقہا نے عرف وتعامل کے لیے استحسان کا لفظ استعمال کیا ہے، مثلاً صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

ومن اشترى نعلاً على ان يحذوه البائع اويشركه فالبيع فاسد. قال: ماذكره جواب القياس وفي الاستحسان يجوز للتعامل فيه. وللتعامل جوزنا الاستصناع اھ (۲۲) جوتا اس شرط پر خریدا کہ بائع اسی سائز کا ایک اور جوتا بنادے یا اس میں تسمہ لگادے تو بیع فاسد ہے، یہ حکم قیاس کا ہے اور استحسان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حکم یہ ہے کہ جائز ہے کیوں کہ اس کا تعامل ہے اور تعامل ہی کی وجہ سے ہم نے بیع استصناع کو جائز قرار دیا ہے

حواشی

۱۔شرح عقود رسم المفتی ،ص:۹۸ . ۲ .شرح عقود رسم المفتی ،ص :۹۵

۳.شرح السیر الکبیر ،ص:۱۹۴ ،ج: ۱ ۴ .شرح السیر الکبیر ،ص :۲۳،ج: ۴

۵.شرح السیر الکبیر ،ص:۱۶ ،ج:۴ ۶ .شرح السیر الکبیر ،ص:۱۹۸ ،ج: ۱

۷.شرح عقود رسم المفتی ،ص :۹۴ ۸ .عمدۃالقاری ،ج: ۱۲،ص: ۱۹

۹ .لسان العرب ،ص:۲۸۷،ج:۹ (بیروت) ۱۰ .۲۳۳ .البقرہ.۲

۱۱ .عمدۃ القاری ،ص :۱۹ ،ج: ۱۲ ،باب نفقۃالمراۃاذا غاب عنها زوجها ونفقه الولد

۱۲ .فتح الباری ،ص: ۴۲۹ ،ج:۱۲ ،مکتبه دارابی حیان

۱۳ .رسائل ابن عابدین ،ص :۱۱۲ ،ج:۳،رساله نشرالعرف فی ینام بعض الاحکام علی العرف (بیروت)

۱۴ .۱۸ ..المؤمنون .۲۳ ۱۵ .۹۹ .انعام .۶

۱۵ .بدائع الصنائع ،ص :۱۵ ،ج: ۱ ،شرائط ارکان الوضو

۱۶ .بدائع الصنائع ،ص:۱۵ ،ج: ۱ ،شرائط ارکان الوضو

۱۷ .رسائل ابن عابدین ،ص:۱۱۲ ،ج: ۲ ،رساله نشرالعرف ،فی بناء بعض الاحکام علی العرف (بیروت)

۱۸ .الاشباہ والنظائر ،ص: ۱۲۰ ،القاعدۃ السادسۃ:العادۃ محکمۃ خامسه ،نول کشور

۱۹ .المنهاج شرح صحیح مسلم،ص: ۶۵ ،ج: ۱ ،باب الکبائر ،مجلس البرکات

۲۰ .ردالمحتار،ص:۷۷،ج: ۱ ،کتاب الطهارۃ

۲۱ .ردالمحتار،ص:۷۷،ج: ۱ ،کتاب الطهارۃ

۲۲ .هدایه،ص: ۴۵ ،ج:۳،باب البیع الفاسد ،مجلس البرکات

☆انت تحمل فی نفسک قناطیر النعم ،وکنوز الخیرات التی وهبک ایاها.☆

© rasailojaraid.com